محمد وسیم اختر مفتی*

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

[''سیر وسوانح'' کا یہ سیکشن مختلف اصحاب فکر کی نگارشات کے لیے مختص ہے۔ اس میں شائع ہونے والے مضامین سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔]

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۱

حضرت عبداللہ بن مسعود کے دادا کا نام غافل (حارث: ابن ہشام) اور پردادا کا حبیب (شمخ: ابن اسحاق) تھا۔ قبیلۂ بنو ہذیل سے تعلق رکھتے تھے جو مضر کے پوتے ہذیل بن مدرکہ سے موسوم ہے۔ عام الفیل کے بارہ سال بعد پیدا ہوئے۔ بنو زہرہ کے حلیف تھے، ان کے والد نے زمانۂ جاہلیت میں عبداللہ بن حارث (یا عبدالحارث) بن زہرہ سے باہم عہد و پیمان کیا تھا۔ ان کی والدہ ام عبد (عبداللہ) بنت ود بھی بنو ہذیل (یا بنو کنانہ کی شاخ قارہ) سے تھیں، انھیں قبول اسلام کا شرف حاصل ہوا۔ ہند بنت عبدالحارث ان کی نانی تھیں۔ ابن مسعود کی کنیت ابو عبدالرحمان تھی۔ کہتے ہیں، اولاد ہونے سے پہلے ہی یہ کنیت مجھے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا کی تھی۔ (مستدرک حاکم، رقم ۵۳۶۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود ''السابقون الاولون'' میں سے تھے اور ان کی اکثریت کی طرح ادنیٰ طبقے سے تعلق رکھتے تھے، عقبہ بن ابو معیط کے مویشی چراتے تھے۔ اس وقت ایمان لائے جب سعید بن زید اور ان کی اہلیہ فاطمہ بنت خطاب نے اسلام قبول کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابھی دار ارقم میں منتقل نہ ہوئے تھے۔ قبول اسلام کے وقت حضرت عبداللہ کی عمر بیس برس تھی۔ وہ فخریہ طور پر اپنے آپ کو چھ میں سے چھٹا کہتے تھے۔ یہ بھی فرماتے، تب روے زمین پر ہمارے علاوہ کوئی مسلمان نہ تھا۔ (مستدرک حاکم، رقم ۵۳۶۸) کتب سیرت میں بیان کردہ ''السابقون الاولون'' کی فہرست میں ان کا نمبر بائیسواں ہے۔

---

* drwaseem_mufti@yahoo.com

ان کے مشرف بہ اسلام ہونے کا قصہ یوں ہے، ایک بار وہ بکریوں کا ریوڑ چرا رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر پاس سے گزرے۔ آپ نے فرمایا، بیٹا! دودھ ہے؟ حضرت عبداللہ نے کہا، ہاں، لیکن آپ کو نہیں پلا سکتا، کیونکہ میں امانت دار ہوں (اور آقا کے مال میں خیانت نہیں کر سکتا)۔ آپ نے پوچھا، کیا کوئی کم سن بھیڑ ہے (جسے دودھ نہ آتا ہو)؟ عبداللہ ایک نوعمر (ایک سال سے کم عمر والی) بھیڑ لے آئے۔ آپ نے اس کی ٹانگ کو قابو کیا، تھنوں پر دست مبارک پھیرا اور دعا مانگنے لگے۔ اس کے تھن پر ہو گئے اور کثیر مقدار میں دودھ اتر آیا۔ سیدنا ابوبکر برتن لے آئے، آپ نے دودھ دوہا، سیدنا ابوبکر کو پلایا اور خود پیا۔ آپ نے اس کے تھنوں پر پھر ہاتھ پھیرا اور فرمایا، سکڑ جا، سکڑ جا تو تھن پہلی حالت پر لوٹ آئے۔ اس واقعہ کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اسلام قبول کیا اور کہا، مجھے بھی قرآن کے پاک کلمات سکھا دیجیے۔ آپ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور علم کی دعا دی۔ آپ نے شفقت سے انھیں غلیم معلم (طفلک خواندہ) کہہ کر پکارا۔

ایک دوسری روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی ملاقات کا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں، میں اپنے چچاؤں اور قوم کے کچھ لوگوں کے ساتھ مکہ آیا۔ ہم نے عطر بیچنا اور مکہ سے کچھ سامان خریدنا تھا۔ لوگوں نے ہمیں عباس بن عبدالمطلب کے پاس بھیج دیا۔ وہ چاہ زمزم کے پاس بیٹھے تھے۔ ہم بھی وہیں بیٹھ گئے۔ اچانک کوہ صفا کی جانب سے ایک شخص نمودار ہوا جس کا رنگ سرخی مائل سفید تھا، اس کے گھنے، گھنگریالے بال آدھے کانوں تک لٹک رہے تھے، ناک اونچی اور بلند تھی، نتھنے باریک اور تنگ تھے، آنکھیں بڑی اور سیاہ تھیں، سامنے کے دانت خوب چمک رہے تھے، سینے پر باریک بال تھے، ہاتھ پاؤں مضبوط تھے، ڈاڑھی گھنی تھی، جسم پر دو سفید کپڑے ڈال رکھے تھے۔ گویا وہ چودھویں کی رات کا چاند ہے۔ اس کے داہنے طرف ایک خوب رو، نوعمر لڑکا (سیدنا علی) تھا جس کی مسیں ابھی نہ بھیگی تھیں۔ ان کے پیچھے ایک خاتون (سیدہ خدیجہ) تھی جس نے اپنے جسم کو ڈھانپ رکھا تھا۔ اس شخص نے حجر اسود کا رخ کیا، اسے بوسہ دیا۔ پھر لڑکے اور خاتون نے بھی بوسہ لیا۔ پھر تینوں نے بیت اللہ کے سات چکر لگائے، رکن یمانی کے پاس آئے، ہاتھ بلند کیے اور اللہ اکبر کہا پھر کھڑے ہوئے، رکوع کیا، سجدہ ریز ہوئے پھر کھڑے ہو گئے۔ ہم نے یہ عمل دیکھا تو عجیب محسوس ہوا، ایسا ہوتے مکہ میں کبھی دیکھا نہ تھا۔ چنانچہ عباس سے پوچھا، ابوالفضل! یہ دین تمھارے ہاں نیا آیا ہے یا ہمارے علم میں نہ تھا۔ انھوں نے جواب دیا، تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ یہ میرے بھتیجے حضرت محمد بن عبداللہ ہیں، لڑکا حضرت علی بن ابوطالب ہے اور خاتون حضرت خدیجہ بنت خویلد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اہلیہ ہیں۔ واللہ! ہمارے علم میں روے زمین پر ان تینوں کے علاوہ اس دین کا

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

کوئی پیرو نہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود پہلے شخص تھے جنھوں نے مکہ میں قرآن پاک جہراً پڑھا۔ ایک بار اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ ان کو خیال آیا، واللہ! قریش نے بلند آواز میں قرآن مجید کبھی نہیں سنا، یہ مقدس کلام انھیں کون سنائے گا؟ حضرت عبداللہ نے کہا، میں سناؤں گا۔ ساتھیوں نے کہا، ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ تمھیں ماریں پیٹیں گے، اس لیے ہم چاہتے ہیں، یہ کام وہ شخص کرے جسے بچانے کے لیے اس کا کنبہ موجود ہو۔ ابن مسعود نے جواب دیا، مجھے اللہ بچائے گا۔ اگلا دن چڑھا، چاشت کے وقت قریش بیت اللہ میں اپنی مجلسیں جمائے ہوئے تھے کہ عبداللہ بن مسعود مقام ابراہیم کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے اور بآواز بلند سورۂ رحمان کی تلاوت کرنے لگے۔ قریش سوچ میں پڑ گئے کہ ابن ام عبد کیا کہہ رہے ہیں؟ جب انھیں معلوم ہوا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا کلام سنا رہے ہیں تو لپکے اور انھیں تھپڑ اور طمانچے مارنے لگے۔ ابن مسعود باز نہ آئے، مار کھاتے کھاتے انھوں نے سورہ کا ایک حصہ تلاوت کر ڈالا۔ جب وہ لال منہ کے ساتھ اپنے ساتھیوں کے پاس لوٹے تو انھوں نے کہا، ہمارا خدشہ سچ ثابت ہوا۔ حضرت عبداللہ نے کہا، اللہ کے دشمنوں سے میں اتنا بے خوف کبھی نہیں تھا جتنا اب ہوں۔ آپ لوگ چاہیں تو میں کل یہ مشق پھر دہرا سکتا ہوں۔ صحابہ نے کہا، اتنا ہی کافی ہے۔ سب سے پہلے زبانی قرآن پڑھنے والے بھی حضرت عبداللہ بن مسعود ہی تھے۔ حضرت عبداللہ کے بھائی حضرت عتبہ بن مسعود بھی نعمت ایمان سے سرفراز ہوئے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

حضرت عبداللہ بن مسعود کو حبشہ و مدینہ دونوں شہروں کی طرف ہجرت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ انھیں مسجد اقصیٰ و بیت اللہ دونوں قبلوں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا موقع ملا۔ وہ پہلی ہجرت کے دوسرے مرحلہ میں شامل ہوئے اور ہجرت مدینہ سے پہلے مکہ لوٹ آئے۔ خود بیان کرتے ہیں، ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے پاس بھیجا۔ ہم اسی (یا تراسی) افراد تھے، حضرت جعفر طیار اور حضرت عثمان بن مظعون ہمارے ساتھ تھے۔ قریش کے قبول اسلام کی افواہ حبشہ میں موجود مسلمانوں تک پہنچی تو ان میں سے کچھ کشتی پر سوار ہو کر مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب یہ خبر غلط ثابت ہوئی تو ان میں سے کچھ حبشہ لوٹ گئے، تاہم سیدنا عثمان بن عفان، حضرت زبیر بن عوام، حضرت عثمان بن مظعون، حضرت مصعب بن عمیر، حضرت ابوعبیدہ بن جراح، حضرت عبدالرحمان بن عوف اور حضرت عبداللہ بن مسعود ان تینتیس اصحاب میں شامل تھے جو واپس نہ گئے اور مکہ ہی میں مقیم ہو گئے۔ ایک بار ابن مسعود حبشہ میں گرفتار ہو گئے تو دو دینار دے کر چھوٹے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ ہجرت فرمانے سے پہلے میں نے مکہ کے مقام منیٰ پر چاند کو دو ٹکڑے ہوئے دیکھا ہے، ایک ٹکڑا جبل ابوقبیس پر اور دوسرا سویدا کے مقام پر تھا۔ قریش نے کہا، یہ ابن ابی کبشہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا سحر ہے تو انھی میں سے کچھ نے اعتراض کیا، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام انسانوں پر جادو تو نہیں کر سکتے۔ (بخاری، رقم ۳۶۳۶، مسلم، رقم ۷۱۷۴) ابن مسعود فرماتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم مکہ میں سورۂ نجم تلاوت فرمائی۔ آیت سجدہ پر آپ سجدہ ریز ہوئے تو تمام مشرکین بھی آپ کے ساتھ سجدے میں گر گئے۔ ایک بڈھے ولید بن مغیرہ نے مٹی کی مٹھی بھر کر پیشانی کو لگا لی اور کہا، مجھے اتنا ہی کافی ہے، بعد میں وہ کافر ہی مرا۔ (بخاری، رقم ۴۸۶۳)

حضرت علقمہ کہتے ہیں، میں نے ابن مسعود سے پوچھا، جس رات آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جنوں سے ملاقات ہوئی، کیا آپ میں سے کوئی ساتھ تھا؟ انھوں نے جواب دیا، نہیں۔ مکہ میں ایک رات ہم نے آپ کو موجود نہ پایا تو بہت پریشان ہوئے۔ آپ کو وادیوں اور گھاٹیوں میں ڈھونڈا۔ آپ نہ ملے تو رات وسوسوں اور اندیشوں میں کٹ گئی۔ سحر کے وقت ہم نے آپ کو حرا کی جانب سے آتے دیکھا۔ آپ نے بتایا، مجھے ایک جن بلانے آیا تھا، میں اس کے ساتھ گیا اور اسے اور اس کے ساتھیوں کو قرآن سنایا۔ (مسلم، رقم ۹۳۸) ایک شاذ روایت میں ہے، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا، کون آج رات میرے ساتھ جا کر جنوں سے ملاقات کرنا چاہتا ہے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں، میرے سوا کوئی نہ گیا۔ ہم بالائی مکہ کے مقام حجون پر پہنچے تو آپ نے اپنے پاؤں سے ایک دائرہ کھینچا اور مجھ سے فرمایا، اس کے اندر بیٹھ جاؤ۔ آپ نے کھڑے ہو کر قرآن کی تلاوت شروع کی تھی کہ کئی ہیولے میرے اور آپ کے بیچ حائل ہو گئے۔ میں آپ کی آواز بھی نہ سن سکتا تھا۔ کافی وقت گزر گیا تو وہ ہیولے چھٹنے لگے اور بادلوں کی طرح ٹکڑیوں میں تقسیم ہو کر منتشر ہو گئے۔ فجر کے وقت آپ فارغ ہوئے اور رفع حاجت کر کے واپس آئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے ایک بار کچھ ہندوستانی جاٹوں کو گزرتے دیکھا تو کہا، جنوں والی رات میں نے جو جن دیکھے ان سے ملتے جلتے تھے۔

ایک روایت کے مطابق کفار نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کے بارے میں سوال (یسئلونک عن الروح: سورۂ بنی اسرائیل ۱۷: ۸۵) ہجرت سے پہلے مکہ میں کیا، تاہم حضرت عبداللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں، یہ واقعہ مدینہ میں پیش آیا۔ بتاتے ہیں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے کھنڈرات میں جا رہا تھا۔ آپ کچھ یہودیوں کے پاس سے گزرے تو انھوں نے سوال کیا، ابوالقاسم! روح کیا شے ہے؟ آپ کچھ دیر کے لیے خاموش

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ہو گئے تو مجھے پتا چل گیا کہ آپ پر وحی آ رہی ہے۔ ایک توقف کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی، 'الروح من امر ربی'، ''روح میرے رب کے حکم سے ہے''۔ (بخاری، رقم ۱۲۵، مسلم، رقم ۷۱۶۱) کئی صحابہ کی طرح ابن مسعود رویت باری تعالیٰ کے قائل تھے، جبکہ سیدہ عائشہ اسے خارج از امکان سمجھتی تھیں، البتہ دونوں مانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو دیکھ رکھا ہے، ان کے چھ سو پر ہیں۔ (بخاری، رقم ۳۲۳۲)

سب سے پہلے حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت عمرو بن ام مکتوم مدینہ پہنچے پھر حضرت عمار بن یاسر، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبداللہ بن مسعود اور سیدنا بلال نے ہجرت کی۔ سیدنا عمر بیس افراد کے قافلہ کے ساتھ مدینہ آئے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر کی آمد ہوئی۔ ابن مسعود حضرت معاذ بن جبل (یا سعد بن خیثمہ) کے مہمان ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں حضرت زبیر بن عوام (یا انس بن مالک) کو حضرت عبداللہ بن مسعود کا بھائی قرار دیا تھا۔ مدینہ تشریف آوری کے بعد آپ نے ابن مسعود اور حضرت معاذ بن جبل (یا سعد بن معاذ) میں مواخات قائم فرمائی۔ آپ نے مہاجرین میں گھروں کی تقسیم کی تو سیدنا عبداللہ بن مسعود، عتبہ بن مسعود اور بنو زہرہ کو مسجد نبوی کی پشت پر جگہ ملی۔ ابن مسعود کے حلفا بنو زہرہ نے درخواست کی کہ ابن ام عبد کو ہم سے دور رکھا جائے۔ آپ نے غصہ سے فرمایا، کیا اللہ نے مجھے اسی لیے مبعوث کیا ہے؟ اللہ اس قوم کو تقدس عطا نہیں کرتا جس میں کم زور کو اس کا حق نہیں دیا جاتا۔ امام باقر کہتے ہیں، مدینہ میں مہاجرین کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جو ایک تہائی یا ایک چوتھائی حصۂ فصل پر (انصار کی زمینیں) کاشت نہ کرتا ہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود بھی بٹائی پر کاشت کرتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو اپنے ساتھ ایسا وابستہ کر لیا کہ وہ آپ کے حجرہ میں داخل ہو جاتے، جوتا پہناتے، عصا تھامتے، آپ کے ساتھ یا آگے چلتے، آپ مجلس میں فروکش ہوتے تو وہ جوتا اتار کر خود پکڑ لیتے اور عصا آپ کو دے دیتے۔ آپ غسل فرماتے تو ستر کا اہتمام کرتے، سو جاتے تو آپ کو جگاتے۔ آپ سفر پر جاتے تو آپ کے بستر، مسواک اور طہارت کے پانی کا خیال رکھتے۔ اسی لیے انھیں صاحب النعلین والسواک (جوتے اور مسواک کی ذمہ داری اٹھانے والا) کہا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ خود بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا، تجھے میرے پاس آنے کی اجازت ہے۔ پردہ اٹھا لیا جائے اور تو میری سرگوشیاں سنے۔ یہ اجازت تب تک ہے جب تک میں تمھیں منع نہیں کرتا۔ (مسلم، رقم ۵۷۷۱) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قدر قریب ہونے کی وجہ سے صاحب السواد (سرگوشیاں سننے والا، راز دان رسالت) ان کا لقب ہو گیا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری بتاتے ہیں، میں اور میرا بھائی یمن سے مدینہ آئے تو سمجھے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے فرد ہیں، کیونکہ وہ اور ان کی والدہ (بلاتکلف) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے جاتے تھے۔ (بخاری، رقم

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

۳۷۶۳، مسلم، رقم ۶۴۰۸، ترمذی، رقم ۳۸۰۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود بدر، احد، خندق، اور تمام غزوات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ بشانہ شریک رہے۔

جنگ بدر سے پہلے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ سے راے لی۔ حضرت مقداد بن اسود نے جوشیلی تقریر کرتے ہوئے کہا، یا رسول اللہ! ہم آپ کے شانہ بشانہ لڑیں گے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں، ''میں نے اس موقع پر مقداد کا وہ رنگ دیکھا کہ اب یہ حسرت مجھے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہو گئی ہے، کاش یہ سب ان کے بجاے میں نے کہا ہوتا۔ میں نے دیکھا کہ مقداد کی تقریر سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مسرت سے دمک اٹھا۔'' (بخاری، رقم ۳۹۵۲، ۴۶۰۹) جنگ کا بازار گرم ہوا تو عمرو بن جموح کے صاحب زادے معاذ نے تلوار کا وار کر کے ابوجہل کی آدھی ٹانگ اڑا دی، ان کے دوسرے بیٹے معوذ نے اسے شدید زخمی کر دیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر حضرت عبداللہ بن مسعود ابوجہل کو زخمیوں میں تلاش کرنے آئے (بخاری، رقم ۴۰۲۰) اور اس کا سر کاٹ کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ ابوجہل نے مرتے وقت کہا، کاش مجھے قتل کرنے والا چرواہا یا کاشت کار نہ ہوتا۔ (مسلم، رقم ۴۶۸۵) دوسری روایت میں خود ابن مسعود کی زبانی یہ واقعہ ذرا مختلف طرح بیان ہوا ہے، بدر کے دن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا، یا رسول اللہ! میں نے ابوجہل کو جہنم رسید کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا، اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! تم نے اسے قتل کر دیا ہے؟ میں نے کہا، ہاں۔ آپ بے حد خوش ہوئے اور فرمایا، چلو مجھے دکھاؤ۔ میں آپ کو لے کر چلا اور ابوجہل کے سر پر جا کھڑا ہوا۔ فرمایا، اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اس امت کے فرعون کو رسوا کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود مزید تفصیل بتاتے ہیں، ابوجہل زخمی تھا، اس کے سر پر خود اور ہاتھ میں عمدہ تلوار تھی۔ میں نے اس کی گردن پر اپنا پاؤں رکھ کر کہا، دشمن خدا! اللہ نے تمھیں رسوا نہیں کر دیا؟ پھر اپنی پرانی تلوار سے اس پر وار کیا، اس نے کام نہ کیا تو اسی کی تلوار چھین کر اس سے اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی تلوار مجھے غنیمت میں عطا کر دی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود جنگ احد کے بارے میں نازل ہونے والی قرآن مجید کی اس آیت 'اَلَّذِیۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِلّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ مِنۡ بَعۡدِ مَآ اَصَابَهُمُ الۡقَرۡحُ'، ''جنھوں نے گھاؤ کھانے کے بعد اللہ اور رسول کی پکار پر لبیک کہا''۔ (سورۂ آل عمران ۳: ۱۷۲) کی تفسیر میں بتاتے ہیں، میں ان اٹھارہ جوانوں میں شامل تھا جو اس موقع پر موجود تھے۔ البتہ یہ روایت درست نہیں کہ جنگ احد میں جب ابتدائی ہزیمت کے بعد جیش اسلامی منتشر ہو گیا تو ابن مسعود ان چار جاں نثار صحابہ میں سے ایک تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود صلح حدیبیہ میں شامل ہوئے۔ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اندر رکھے ہوئے بتوں کو پاش پاش کیا تو بھی وہ آپ کے ساتھ تھے۔

حضرت عبداللہ بیان کرتے ہیں، جنگ حنین کے دن جب سب مسلمان بکھر گئے تھے، میں ان اسی (۸۰) مسلمانوں میں شامل تھا جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑا۔ انھی پر اللہ نے اپنی سکینت اتاری۔ آپ خچر کو آگے بڑھاتے چلے گئے۔ وہ ایک طرف کو جھکا تو آپ زین سے گرنے لگے۔ آپ نے فوراً اسے اپنی طرف کھینچا اور مجھے ایک مٹھی مٹی دینے کا حکم دیا پھر مٹی پکڑ کر کافروں کی آنکھوں میں جھونک دی اور پکارے، کہاں ہیں مہاجرین و انصار؟ جواب ملا، ہم یہاں ہیں۔ سب تلواریں سونت کر بجلی کی تیزی سے پلٹے تو مشرکوں نے پیٹھ دکھا دی۔ فتح حاصل کرنے کے بعد مال غنیمت کی تقسیم میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے کچھ سرداروں (مؤلفۃ القلوب) کو فوقیت دی۔ اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن کو سو سو اونٹ عطا کیے۔ ایک شخص نے کہا، اس تقسیم میں (معاذ اللہ) انصاف سے کام نہیں لیا گیا۔ ابن مسعود نے یہ بات آپ کو بتا دی۔ غصے اور دکھ سے آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا، فرمایا، اللہ اور رسول انصاف نہ کریں گے تو کون انصاف کرے گا؟ اللہ موسیٰ علیہ السلام پر رحم کرے، انھیں اس سے زیادہ ایذا پہنچائی گئی تو انھوں نے صبر کیا۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں، مجھے یہ دیکھ کر اتنا رنج ہوا کہ فیصلہ کیا، آیندہ ہرگز ایسی بات آپ تک نہ پہنچاؤں گا۔ (مسلم، رقم ۲۴۱۱)

www.javedahmadghamidi.org

حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنگ تبوک کے لیے مدینہ سے نکلے تو آپ کو بار بار اطلاع ملتی کہ فلاں شخص پیچھے رہ گیا ہے، فلاں واپس ہو گیا ہے۔ آپ فرماتے، جانے دو، اگر نیکی کی رمق بھی ہوئی تو اللہ اسے واپس لے آئے گا۔ سیدنا ابوذر غفاری کا اونٹ چلنے پر آمادہ نہ ہوا تو وہ بوریا بستر کمر پر لاد کر پیدل چل پڑے۔ صحابہ نے انھیں دور سے آتے دیکھا تو کہا، ایک شخص پیدل چلا آ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا، ابوذر ہی ہو گا۔ اللہ اس پر رحم فرمائے، اکیلا چلے گا، اکیلا فوت ہو گا اور اکیلا ہی اٹھایا جائے گا۔ عہد عثمانی میں ربذہ کے مقام پر سیدنا ابوذر کی وفات ہوئی تو وصیت کی، کفن پہنا کر میری میت کو راستے میں رکھ دینا۔ ابن مسعود کوفہ سے آ رہے تھے۔ انھوں نے سر راہ میت دیکھی تو اترے، معلوم ہوا کہ سیدنا ابوذر کا جنازہ ہے تو رو پڑے اور کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا تھا، ابوذر تنہا فوت ہو گا اور روز قیامت تنہا ہی اٹھایا جائے گا۔ پھر نماز جنازہ پڑھائی اور تدفین میں حصہ لیا۔

تبوک کے مقام پر عبداللہ ذوالبجادین نے وفات پائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تدفین کے لیے خود لحد میں اترے۔ میت رکھ کر آپ نے دعا فرمائی، اللہ! میں ذوالبجادین سے راضی ہوں، تو بھی راضی ہو جا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے تمنا کی، کاش صاحب قبر میں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے خود حضرت عبداللہ بن مسعود کے اخلاص کی شہادت دی ہے۔ مشرکین قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

سے مطالبہ کیا کہ عمار، صہیب، بلال، خباب اور عبد اللہ بن مسعود کی طرح کے غریب مسلمانوں کو اپنے پاس نہ آنے دیں۔ (مسلم، رقم ۶۳۲۰) اسلام کو غلبہ حاصل ہوا اور لوگ جوق در جوق دین میں داخل ہونے لگے تو یہ تقاضا عرب کے نومسلم سرداروں نے بھی کیا۔ بنوتمیم کے سردار اقرع بن حابس اور بنوفزارہ کے عیینہ بن حصن مدینہ آئے تو دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انھی چاروں مخلص مسلمانوں کے ساتھ تشریف فرما ہیں، چند اور غربا بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ (ابن ماجہ، رقم ۴۱۲۸) ان کو حقارت سے دیکھنے کے بعد وہ آپ کو علیحدہ لے گئے اور فرمایش کی کہ ہمارے مرتبے کے مطابق ہمارے لیے الگ نشست مقرر کی جائے۔ عرب کے مختلف اطراف سے آنے والے وفود نے اگر ہمیں ان کے ساتھ بیٹھے دیکھ لیا تو عار کی بات ہوگی۔ آپ نے اس رغبت میں کہ یہ سردار اسلام پر ثابت قدم ہو جائیں، ایسا کرنے کا ارادہ کیا، لیکن یہ اتنا اہم معاملہ تھا کہ اللہ کی طرف سے فوراً وحی نازل ہوئی:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّ مَامِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ. (الانعام ۶:۵۲)

”اے نبی! ان اہل ایمان کو نہ دھتکاریے جو اپنے رب کو اس کی خوش نودی چاہنے کے لیے صبح و شام پکارتے ہیں۔ ان کے حساب میں سے آپ پر کوئی بار نہیں، نہ آپ کے حساب میں سے ان کے ذمہ کچھ آئے گا۔ ایسا نہ ہو کہ آپ ان کو دھتکاریں اور ظالموں میں شامل ہو جائیں۔“

سورۂ کہف (۱۸) آیت ۲۸ میں یہی مضمون دوسرے الفاظ میں بیان ہوا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جھوٹے مدعیان نبوت اور ارتداد کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا تو خلیفۂ اول سیدنا ابوبکر نے مدینہ کے کم زور مقامات کی نگرانی کے لیے فوجی دستے مقرر کیے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود ان میں شامل تھے۔ اہل مدینہ کو عدی بن حاتم طائی کے دستے کی کامیابی کی خبر انھوں نے دی۔ ابن مسعود نے جنگ یرموک اور شام کی فتوحات میں بھی حصہ لیا۔ جنگ یرموک میں مال غنیمت کی تقسیم ان کے ذمہ تھی۔ ایک شخص نے عبد اللہ بن مسعود کو بتایا کہ بنوحنیفہ کی ایک مسجد میں من گھڑت سورتوں کی تلاوت کی جا رہی ہے۔ وہ وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ ایک سو ستر مرتدوں کا ایک گروہ ہے جس کی لیڈری عبد اللہ بن نواحہ کر رہا ہے۔ انھوں نے اسے قتل کرا دیا۔ یہ وہی شخص تھا جو ابن اثال نامی مرتد کے ساتھ مسیلمہ کذاب کا ایلچی بن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تھا۔ آپ نے فرمایا تھا، اگر میں ایلچیوں کو قتل کرانے والا ہوتا تو تم دونوں کو ضرور مروا دیتا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں، ابن اثال تو اپنا انجام پا چکا ہے، ابن نواحہ کی پھانس میرے دل میں تھی، اللہ نے وہ بھی نکال دی۔ اس کے ساتھیوں کے

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

بارے میں انھوں نے دیگر صحابہ سے مشورہ لیا۔ عدی بن حاتم نے قتل کرنے کو کہا، تاہم جریر اور اشعث بن قیس نے مشورہ دیا، ان سے توبہ کرائیں اور (آیندہ مرتد نہ ہونے کی) ضمانت طلب کریں۔ چنانچہ انھوں نے توبہ کی اور ان کے اہل قبیلہ نے ضمانت دی۔ (بخاری، رقم ۲۲۹۰)

سیدنا عمر فاروق نے زمام خلافت سنبھالی تو حضرت عبداللہ بن مسعود حمص میں مقیم تھے۔ وہ ۱۵ھ میں حمص کی پہلی جنگ میں شریک ہوئے۔ رومیوں پر محاصرہ تنگ ہوا اور وہ صلح پر مجبور ہوئے تو کمانڈر ابوعبیدہ بن جراح نے فتح کی بشارت دینے اور مال غنیمت خمس پہنچانے کے لیے حضرت عبداللہ بن مسعود کو مدینہ روانہ کیا۔ ۲۱ھ میں سیدنا عمر نے انھیں تبلیغ اسلام کے لیے کوفہ روانہ کیا اور بیت المال کی نگرانی بھی سونپی۔ تب حضرت عمار بن یاسر ان کے مقررہ گورنر تھے۔ دونوں کو روانہ کرنے کے بعد سیدنا عمر نے خط لکھا، یہ صاحب شرف، بدری صحابہ ہیں، ان کی پیروی کرو اور دھیان سے ان کی بات سنو۔ میں نے تمھارے لیے عبداللہ کو اپنی ذات سے بہتر سمجھا ہے۔ کوفہ پہنچ کر انھوں نے مسجد کے پاس گھر بنوایا۔ قرآن وسنت کا عالم ہونے کی وجہ سے لوگ ان سے مسائل پوچھتے۔ ایک بار افواہ پھیلی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور ان کے ساتھی کسی سفر میں پیاس کی شدت سے جاں بحق ہو گئے ہیں۔ سیدنا عمر نے کہا، مجھے یقین ہے اللہ نے ان کے لیے چشمہ جاری کر دیا ہو گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے بیت المال کی چاندی پگھلوائی۔ اس کے رنگ بدلنے لگے تو انھوں نے بیت المال کے باہر موجود لوگوں کو بلا کر کہا، یہ ابلتی ہوئی چاندی قرآن مجید میں بیان کردہ مُہل (ان شجرة الزقوم طعام الاثیم کالمهل) سے ادنیٰ مشابہت رکھتی ہے۔ ایک بار گورنر کوفہ ولید بن عقبہ نے فجر کی چار رکعتیں پڑھا ڈالیں پھر منہ موڑ کر مقتدیوں سے پوچھا، کیا میں نے کچھ بڑھا دیا ہے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود بھی نمازیوں میں شامل تھے۔ کہا، تمھاری معیت میں آج تک ہم زیادتی ہی کا شکار رہے ہیں۔

[باقی]

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org